وصیّت نامہ شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ فارسی زبان میں تھا۔ کمیاب ہے اور اس کی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - سب تعریفیں اس اللہ کو ہیں جو حکمتیں سکھانے والا اور نعمتیں بہانے والا ہے۔ اور عرب و عجم کے سردار (حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ کی نعمتیں نازل ہوں۔ اور آپؐ کی آل اور صحابہ پر جو فضل اور کرم والے ہیں۔

اما بعد: فقیر ولی اللہ عفی عنہ لکھتا ہے کہ یہ چند باتیں میں اپنی اولاد اور اپنے احباب کو ان کی وصیت کرتا ہوں۔ میں نے اس کا نام "المقالۃ الوضیئۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" رکھا ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل وھو الھادی الی سواء السبیل۔

پہلی وصیت

اعتقاد اور عمل میں قرآن مجید اور حدیث شریف کو اپنا دستور العمل بنا کر ان کے معانی کو اچھی طرح سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ اور چاہیے کہ دونوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہر روز پڑھیں اور اگر نہ پڑھ سکیں تو دونوں کے ترجمہ کا ایک ورق سن لیا کریں۔ اور اہل سنّت کے پہلے لوگوں کے عقائد کو اختیار کریں۔ اور جن مسائل کی تفتیش اور تفصیل سلف نے نہیں کی ان کی چھان بین اور منطقی لوگوں کے کچے شکوک کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور فروعی مسائل میں ان محدث عالموں کی پیروی کریں جو حدیث و فقہ کے جامع ہوں۔ اور فقہ کی تفریعات کو ہمیشہ کتاب و سنّت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو موافق ہو اس کو قبول کریں اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دیں۔ "کالائے بد بریش خاوند"

اجتہادی مسائل کو قرآن وحدیث کے سامنے پیش کرنے سے امت کو کبھی بھی استغنا حاصل نہیں۔ اور جن نیم ملا فقہا نے کسی ایک عالم کی تقلید کو سند بنا کر حدیث شریف کی تلاش کو چھوڑ دیا ہے ان کی بات کو نہ سنیں، اور ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور ان سے دور رہنے میں اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈھیں۔

دوسری وصیت

امر بالمعروف کی حدیہ ہے کہ فرضوں اور بڑے بڑے گناہوں اور اسلام کے شعاروں میں تو امر معروف اور نہی منکر سختی کے ساتھ کرے اور جو لوگ کہ اس باب میں سستی کرتے ہیں ان سے صحبت نہ رکھے اور ان کا دشمن بن جائے۔ اور باقی کاموں میں خاص کر ان باتوں میں "جن میں سلف (پہلے علماء) نے خلف (پچھلے علماء) سے اختلاف کیا ہے" فقط اس حدیث کا سنا دینا ہی امر معروف اور نہی منکر ہے۔ ان میں سختی کرنا اچھا نہیں۔

تیسری وصیت

اس وقت کے وہ مشائخ جو طرح طرح کی بدعتوں میں مبتلا ہیں۔ عام لوگوں کے غلو، اور کرامات پر مغرور ہو کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور ان سے بیعت کرنا ہرگز نہ چاہیے۔ اس لیے کہ اکثر عوام کا غلو رسم کے باعث ہوا کرتا ہے۔ اور حقیقت میں رسمی باتوں کا کچھ اعتبار نہیں اور اس زمانہ کے تمام کرامات فروش "الا ماشاء اللہ" طلسمات اور نیرنگوں کو کرامت جانے ہوئے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اقسام خوارق عادات (کرامات) میں سے زیادہ مشہور (بات) تو لوگوں کے دل کی باتوں پر مطلع ہونا اور واقعات آیندہ کا ظاہر ہو جانا ہے اور اس کے کئی طریق ہیں۔ علم نجوم اور رمل سے باب ضمیر انھیں میں سے ہے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ نجوم میں کسی امر پر حکم لگانا تسویہ بیوت پر موقوف ہے اور رمل میں زائچہ پر (اس لیے کہ) ہم نے تجربہ کیا ہے۔ کہ فن نجوم کے ماہر نے جب جان لیا کہ دن کے دقائق سے اب کونسا دقیقہ ہے وہیں سے اس کا ذہن طالع کی طرف انتقال کر جاتا ہے اور سارے خانے اور ستاروں کے ٹھکانے اس کے دل میں اس طرح سے

ظاہر ہو جاتے ہیں گویا تسویۃ البیوت کا صفحہ اس کے سامنے رکھا ہے۔ اور فلاں انگلی کو فلاں شکل۔ تو (فوراً) ذہن میں آجاتا ہے کہ ان اشکال سے کیا پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زائچہ اس کے سامنے ہو جاتا ہے۔ سو اگر کوئی آدمی علم نجوم یا رمل کا ماہر ہو اور بظاہر ایسا کوئی عمل نہ کرے مگر دل ہی دل میں لوازمات حکم کے مراحل طے کر کے کوئی حکم لگا دیوے اور مطابق ہو جائے تو اس کو کشف یا کرامت نہ سمجھنا چاہیے، اور انھیں میں سے ہے کہانت کا باب بانواع خود۔ اور یہ فن نہایت وسیع ہے کبھی تو جن کے حاضر کرنے سے اور کبھی اس کے بغیر (اس میں عمل کیا جاتا ہے)۔ اور انھیں میں سے ہے طلسم کا باب کہ ستاروں کی قوتوں کو ایک صورت میں بند کر لیتے ہیں۔ اس سے لوگوں کے دل کی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ اور جوگ کے عمل بھی (انھیں میں سے ہیں) کہ جوگیوں کے بعض ملاحظوں کو لوگوں کے دل کی باتیں معلوم کرنے میں پوری خاصیت ہے۔ اور جو شخص ان باتوں کی تحقیق کرنا چاہے تو ان فنون کی کتابوں کو دیکھے، اور کسی کام پر ہمت لگانا، اور ڈراؤنی شکل سے ظاہر ہونا۔ اور کسی کے دل پر دل رکھنا۔ اور طالب کو مسخر کرنا نیرنگ کے قسموں سے ہے۔ چند ملاحظے ہیں جو اس کام تک پہنچا دیتے ہیں، نیکوکار یا بدکار ہونے یا مقبول اور مردود ہونے سے ان باتوں میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ایسا ہی وجد اور شوق اور اضطراب اور اس حالت کا حاضرین میں اثر کرنا۔ اس کا منشا قوتِ بہیمیہ کا تیز ہونا ہے جس میں یہ قوت زیادہ ہوگی اس میں وجد زیادہ ہوگا۔ ہاں بعض نیک بخت لوگ کسی نیک نیت سے یہ عمل اور یہ حالتیں کیا کرتے ہیں اور صرف اتنی بات ان کو کرامت نہیں بناتی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ہم نے بہت سے سادہ لوح آدمیوں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے جب ان اعمال کو کسی شیخ سے سیکھا تو اسے عین کرامت جاننے لگ گئے۔ علاج یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں جیسے صحیح بخاری اور مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی اور حنفیہ اور شافعیہ کی کتابوں کو پڑھے اور ظاہر سنت پر عمل کرنا اختیار کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں سچا شوق بخش دیوے اور اس راستہ کی طلب غالب ہو جاوے تو کتاب عوارف کے (ابواب) آداب نماز روزہ و اذکار اور اوقات کی پابندی کا مطالعہ کرے۔ اور یادداشت کے پیدا کرنے کے طریق میں خاندان نقشبندیہ کے رسائل

کو دیکھے۔ ان بزرگوں نے ان دونوں بابوں کو ایسا واضح لکھا ہے کہ ان کے ہوتے کسی پیر کی حاجت نہیں رہتی۔ جب نورِ عبادت کی کیفیت اور یادداشت کی نسبت ہو گئی اس پر مواظبت (ہمیشگی) کرے۔ اگر اس فرصت میں کوئی ایسا عزیز مل جاوے کہ اس کی صحبت کشش کی چابی ہو۔ اور اس کی صحبت کی تاثیر آدمیوں میں اثر کرتی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے یہاں تک کہ حالتِ مطلوبہ عادت بن کر طبیعت میں پختہ ہو جائے۔ اس کے بعد گوشہ میں بیٹھ جاوے اور اس ملکہ میں مشغول ہو جاوے۔ اس زمانہ میں ایسا کوئی آدمی نہیں کہ وہ ہر وجہ سے کمال رکھتا ہو۔ "الا ماشاء اللہ" اگر ایک وجہ سے کمال رکھتا ہے تو دوسری وجہ سے خالی ہے۔ پس اسی کمال کو حاصل کرنا چاہیے اور دوسری چیزوں سے چشم پوشی کرنا چاہیے "خذ ما صفا ودع ما کدر" صوفیوں کی نسبت بڑی غنیمت ہے۔ اور ان کی رسمیں کسی کام کی نہیں۔ یہ بات بہت لوگوں پر گراں گذرے گی۔ مگر مجھے ایک کام فرمایا گیا ہے اسی کے مطابق کہتا ہے زید و عمرو کی بات پر ٹھہرنا مناسب نہیں۔

چوتھی وصیت

ہمارے اور اس وقت کے لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ صوفی طبع لوگ تو کہتے ہیں کہ اصل مطلوب فنا اور بقا اور استہلاک اور انسلاخ ہی ہے اور معاش کی رعایت کرنا اور ان بدنی طاعتوں کا بجا لانا کہ ان میں شریعت وارد ہوئی ہے (صرف) اس لیے ہے کہ سب لوگ اس اصل کو بجا نہیں لا سکتے۔ بحسب مقولہ، مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ[1] یعنی جو چیز ساری حاصل نہ ہو سکے وہ ساری چھوڑ بھی نہ دی جاوے اور متکلمین کہتے ہیں کہ جو چیز کہ شریعت اس کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی چیز بھی مطلوب نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ انسان کی صورت نوعیہ کے لحاظ سے شریعت کے سوا کچھ بھی مطلوب نہیں، اور شارع (علیہ السلام) نے اس اصل (فنا و بقا وغیرہما) کو خاص لوگوں کے لیے بیان کر دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی نوع اس طرح پیدا کی گئی ہے کہ قوتِ ملکیہ

---

(۱) یعنی جو صاف ہے وہ حاصل کر لے اور جو صاف نہیں اس کو چھوڑ دے ۱۲ منہ

اور بہیمیہ کو جامع ہے (یعنی دونوں قوتیں اس میں پائی جاتی ہیں) اور اس کی سعادت اس میں ہے کہ قوتِ ملکیہ کو بڑھاوے اور اس کی شقاوت اس میں ہے کہ قوتِ بہیمیہ کو بڑھاوے۔ نیز انسان اس طرح پیدا ہوا ہے کہ اس کا نفس اعمال اور اخلاق کا رنگ قبول کر لیتا ہے اور اپنے قابو میں لا سکتا ہے اور مرنے کے بعد ان کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ جیسے کہ اس کا بدن غذا کی کیفیتوں کو اٹھا لیتا ہے اور ان کو ساتھ رکھتا ہے اسی لیے بدہضمی اور بخار وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز اس کی پیدائش اس طرح ہے کہ حظیرۃ القدس میں شامل ہو کر وہاں سے الہام اور اس چیز کو حاصل کر سکتا ہے جو الہام کے حکم میں ہے۔ پھر اگر ان ملائکہ کے ساتھ کچھ مناسبت رکھتا ہو تو الہام پانے سے خوشی اور خرسندی حاصل کرتا ہے اور اگر ان کی بہ نسبت منافرت رکھتا ہو تو الہام کے پانے سے تنگی اور وحشت حاصل کرتا ہے۔ حاصل کلام جب انسان کی نوع کچھ ایسی بنی ہے کہ اگر وہ اپنے ہی حال پر جائے تو اکثر افراد کو نفسانی بیماریاں نقصان پہنچا دیں پس اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی کارسازی کی اور ان کے لیے نجات کی راہ متعین فرمائی اور زبانِ غیب کے مترجم حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو انھیں میں سے ان کی طرف بھیجا تاکہ نعمت پوری ہو جائے (اور جو ربوبیت کہ پہلے ان کی ایجاد (پیدا کرنے) کا باعث ہوئی پھر ان کی دستگیری کرے۔ پس انسان کی صورت نوعیہ نے زبانِ حال کے ساتھ حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے شریعت کی درخواست کی اور چونکہ صورت نوعیہ کو سب میں تاثیر ہے اس لیے اس نوع کے سب افراد کو اس کا حکم لازم ہے اور افراد کی خصوصیت کو اس میں کچھ دخل نہیں، اور فنا اور بقا اور استہلاک وغیرہا (بھی) مطلوب ہیں، مگر خاص خاص افراد سے اس واسطے کہ بعض افراد نہایت علو اور تجرد میں پیدا ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کو انھیں کے راستہ سے پہنچاتا ہے یہ حکم وحی کا نہیں بلکہ اس فرد کی زبانِ حال نے خصوصیتِ فرد کی جہت سے اس کا تقاضا کیا ہے اور شارع (علیہ السلام) کا کلام ان معنوں پر ہرگز محمول نہیں نہ صراحتہً اور نہ اشارۃً۔ ہاں ایک جماعت نے ان مطالب کو شارع (علیہ السلام) کے کلام سے سمجھا ہے جیسے کوئی آدمی لیلےٰ و مجنوں کا قصہ سن کر اپنی سرگذشت پر حمل کرتا رہے۔ اور اس بات کو ان

کی اصطلاح میں اعتبار کہتے ہیں۔حاصل کلام استہلاک و انسلاخ کے مقدمات میں حد سے گذر جانا اور ہر اہل و نا اہل کا اس میں مشغول ہو جانا اگرچہ بعض استعدادوں کی بہ نسبت ان کی کچھ اصل ہے تاہم عوام کے لیے ایک لاعلاج مرض ہے۔ اس امت سے جو شخص ان کے مٹانے میں کوشش کرے خدا تعالیٰ اس پر رحم کرے، ہر چند یہ بات اس وقت کے بہت سے صوفیوں کو ناگوار گزرے گی مگر مجھے ایک کام کے کرنے کا حکم ہوا ہے اسی کے موافق کہتا ہوں زید و عمرو کے ساتھ کوئی کام نہیں۔

پانچویں وصیت

حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیے اور زبان کو ان کے مناقب کے سوا نہ ہلانا چاہیے۔ دو طرح کے لوگوں نے اس مسئلہ میں خلط کی ہے ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ آپس میں ان سب کا سینہ صاف تھا ہرگز ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہی نہیں سو یہ صرف وہم ہی وہم ہے کیونکہ نقل مستفیض ان کے باہمی تنازعوں کی شاہد ہے اور نقل مستفیض کا انکار ہو نہیں سکتا اور ایک فریق نے جب ان چیزوں کو ان کی طرف منسوب دیکھا تو طعن اور لعن کی زبان کو کھول دیا۔ اور ہلاکت کی وادی میں جا پڑے۔ اس فقیر کے دل میں ڈالا گیا ہے کہ صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہ تھے اور ممکن ہے کہ بعض عوام سے ایسے امور سرزد ہوئے ہوں کہ اگر دوسرے لوگوں سے صادر ہوں تو وہ طعن و جرح کا مورد بنیں۔ مگر ہم کو کسی مصلحت کے لیے تعبداً ان کے عیبوں سے زبان کے روکنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو گالی گلوچ دینے سے منع کیا گیا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اگر ان میں جرح کا باب کھولا جائے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت (کا سلسلہ) کٹ جاتا ہے اور روایت کے انقطاع میں مذہب درہم برہم ہوتا ہے اور جب ہر صحابی سے روایت لی جاوے تو اکثر حدیثیں مستفیض ہو جاتی ہیں۔ اور امت کی تکلیف ایک دلیل سے قائم ہوتی ہے اور اس نقل میں بعض کے جرح کرنے کا کچھ نقصان نہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح پرفتوح سے سوال کیا کہ شیعہ لوگ جو اہل بیت کی محبت کے مدعی ہیں اور صحابہ کو برا کہتے ہیں آپؐ ان کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ایک طرح کے روحانی کلام کے ساتھ القا فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان 'امام' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا اور میں نے امام کے لفظ میں تامل کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں امام اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اطاعت سب لوگوں پر فرض ہو۔ اور وہ تمام لوگوں کا ہادی مقرر کیا گیا ہو۔ اور وے امام کے حق میں باطنی وحی کے قائل ہیں پس درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں، گو زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے ہیں۔ اور جس طرح صحابہ کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیے اسی طرح اہل بیت کے حق معتقد رہنا چاہیے اور ان کے صالحین کو زیادہ تعلیم کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے قد جعل اللہ لکل شئ قدراً (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی قدر مقرر کی ہے)۔ اس فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ دوازدہ امام (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) نسبتوں میں سے ایک نسبت کے قطب ہوئے ہیں اور تصوف کا رواج ان کے گزرنے کے ساتھ ہی پیدا ہو گیا۔ لیکن عقیدہ اور شریعت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے لے نہیں سکتے۔ ان کی قطبیت ایک باطنی امر ہے۔ تکلیف شرعی کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ ہر ایک کی نص اور اشارہ اپنے سے پچھلے پر اسی قطبیت کے لحاظ سے ہے اور امور متعلقہ امامت جو کہا کرتے تھے وہ اسی کی طرف راجع ہیں کہ اپنے بعض خالص یاروں کو ان پر مطلع کر دیا کرتے تھے پھر کچھ دنوں کے بعد ایک گروہ نے کرید کی اور ان کی بات کے اور معنی بنا لیے۔ واللہ المستعان۔

چھٹی وصیت۔

تعلیم کا طریق جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہوا یہ ہے کہ پہلے صرف و نحو کے مختصر رسالے طالب علم کے ذہن کے موافق ہر ایک فن سے تین تین یا چار چار کتابیں پڑھا دیں، اس کے بعد تاریخ یا علم اخلاق کی کوئی ایسی کتاب پڑھا دیں جو عربی زبان میں ہو اور اسی اثنا میں کتاب لغت مشکل الفاظ کے ڈھونڈنے کا طریق بھی سکھا دیں۔ جب زبان عربی پر قادر ہو جاوے تو موطا بروایت یحیی ابن یحیی مصمودی پڑھا دیں اور اس کو ہرگز بے کار نہ چھوڑیں کیونکہ اصل علم حدیث ہے اور اس کے

پڑھنے سے بہت فیض حاصل ہوتے ہیں۔ ہمیں اس ساری کا سماع مسلسل ہے۔ بعد ازاں اس طرح سے قرآن پڑھا دیں کہ قرآن شریف بغیر تفسیر کے پڑھے اور ترجمہ کرتا جاوے اور جو بات نحو یا شانِ نزول میں مشکل ہووے اس میں ٹھہر جاوے اور بحث کرے۔ اور سبق سے فارغ ہونے کے بعد سبق کے برابر تفسیر جلالین پڑھے اس طریق میں بہت فیض ہیں اس کے بعد ایک وقت میں حدیث کی کتابیں جیسے صحیحین وغیرہما اور فقہ اور عقائد اور سلوک کی کتابیں پڑھے اور ایک وقت میں دانش مندی کی کتابیں جیسے شرح جامی اور قطبی وغیرہما پڑھے "الا ما شاء اللہ" اور ہو سکے تو ایک روز مشکوٰۃ شریف اور دوسرے روز شرح طیبی اسی قدر جس قدر پہلے روز مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی پڑھے۔ بہت ہی مفید ہے۔

ساتویں وصیت

ہم مسافر آدمی ہیں کہ ہمارے باپ دادا ہندوستان میں مسافرت کے طور پر آ گئے۔ نسب اور زبان کا عربی ہونا ہمارا فخر ہے کیونکہ یہ دونوں باتیں پہلوں اور پچھلوں کے سردار نبیوں اور رسولوں کے بہتر۔ تمام موجودات کے فخر (حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے ہم کو قریب کرتی ہیں۔ اس بزرگ نعمت کا شکریہ ہے کہ حتی المقدور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے عربوں کی عادتوں اور رسموں کو نہ چھوڑیں اور عجم کی رسمیں اور ہندوؤں کی عادتیں اپنے درمیان نہ رہنے دیں۔ اخرج البغویؒ عن ابی عثمان النہدی قال اتانا کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد اما بعد وارتدوا وانتعلوا والقوا الخفاف والقوا السراویلات وعلیکم لباس ابیکم اسمٰعیل وایاکم والتنعم وزی العجم وعلیکم بالشمس فانہا حمام العرب وتمعددوا واخشوشنوا واخلولقوا واعطوا الرکب انزوا انزوا وارموا الاغراض وفی روایۃ وانزوا علی ظہور الخیل نزواً۔ یعنی جب عرب جہاد کے لیے اطرافِ عجم میں پھیل گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امر سے ڈرے کہ یہ لوگ کہیں عجم کی رسموں کو اختیار کر کے عرب کی رسم کو چھوڑ نہ دیویں پس ان کی طرف فرمان لکھا۔ کہ تہبند

باندھو اور چادر اوڑھو۔ اور جوتا پہنو۔ اور موزوں اور پاجاموں کو نہ چھوڑو۔ اور اپنے باپ اسمٰعیل کے لباس کو لازم پکڑو۔ اور اپنے تئیں تن پروری اور عجم کے لباس سے دور رکھو۔ اور دھوپ میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ آفتاب عرب کا حمام ہے۔ اور قوم معد کی رسم پر قائم رہو۔ اور موٹا لباس پہنو۔ اور سخت گذران بنو۔ اور پرانا کپڑا پہننے کی عادت رکھو۔ اور اونٹوں کو پکڑ کر مطیع بناؤ اور گھوڑوں پر کود کر چڑھا کرو اور نشانوں پر تیر اندازی کیا کرو۔

ہندوؤں کی بری عادتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جائے پھر اسے دوسرا خاوند نہیں کرنے دیتے۔ یہ عادت عرب میں کبھی نہیں ہوئی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نہ آپ کے زمانے میں اور نہ آپ کے بعد۔ اس شخص پر اللہ تعالےٰ رحم کرے کہ اس بری عادت کو مٹا دے۔ اگر تمام لوگوں سے اس کا دور ہونا ممکن نہ ہو۔ تو اپنی قوم میں عرب کی عادت قائم کرنی چاہیے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس عادت کو برا جاننا چاہیے اور دل میں اس کا دشمن ہونا چاہیے۔ کیونکہ نہی منکر کا ادنیٰ درجہ یہی ہے۔ ہم لوگوں کی بری عادتوں میں سے یہ ہے کہ (عورتوں کا) مہر بہت زیادہ مقرر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کہ دین اور دنیا میں ہماری شرافت آپ پر ختم ہوتی ہے) اپنے اہل بیت کا مہر جو تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ بارہ اوقیے اور ایک نش مقرر فرمایا۔ جو (حساب سے) پانسو درہم (بنتا) ہے۔ ہم لوگوں کی بری عادتوں میں سے ایک بات شادیوں کے موقعوں پر اسراف کرنا اور ان میں بہت رسمیں مقرر کرنا ہے۔ ولیمہ اور عقیقہ دو شادیاں ہیں۔ ان کو اختیار کرکے اور ان کے غیر کو چھوڑ دینا چاہیے یا ان کا اہتمام اور التزام نہ کرنا چاہیے۔ ہم لوگوں کی بری عادتوں میں سے ایک اور بات ماتموں اور محرم اور چہلم اور ششماہیوں میں اسراف کرنا ہے اور عرب کے پہلے لوگوں میں ان تمام باتوں کا وجود نہ تھا۔ مناسب تو یہ ہے کہ تین دن تک میت کے وارثوں کی تعزیت اور ان کو ایک رات دن کھانا کھلانے کے سوا اور کوئی رسم نہ ہو۔ قبیلے کی عورتیں تین دن کے بعد جمع ہوں اور میت کے گھر کی عورتوں کے کپڑوں میں خوشبو لگا دیں اور اگر میت

کی زوجہ ہے تو وہ بھی عدت کے گذرنے کے بعد سوگ کو قطع کر دے۔ ہم میں سے نیک بخت وہ شخص ہے کہ زبان عرب و نحو اور ادب کی کتابوں سے مناسبت پیدا کرے اور حدیث اور قرآن کو سمجھے۔ علم شعر اور معقول کی فارسی اور ہندی کتابوں میں مشغول ہونا اور بادشاہوں کے ماجروں اور صحابہ کرام کے باہمی جھگڑوں کی تاریخی کتابوں کا دیکھنا سب گمراہی ہے وہ گمراہی ہے۔ اگر زمانہ کی رسم ان میں شغل کرنے کو مقتضی ہو تو اتنا تو ضرور ہے کہ اس کو دنیا کا علم جانے۔ اور اس سے متنفر رہے اور استغفار و پشیمانی کرے۔ اور ہمارے لیے ضرور ہے کہ حرمین شریفین میں جاویں اور اپنے منہ وزبان آستانوں پر ملیں ہماری سعادت اسی میں ہے اور بدبختی اس سے اعراض کرنے میں ہے۔

آٹھویں وصیت

حدیث شریف میں آیا ہے من ادرک منکم عیسی بن مریم فلیقرأ منی السلام یعنی تم میں سے جو شخص عیسٰی بن مریم علیہ السلام کو ملے تو انھیں میرا سلام دیوے مجھے نہایت آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ کے زمانے کو پاؤں تو پہلے پہل میں ہی سلام پہنچاؤں اور اگر میں نے وہ زمانہ نہ پایا تو میری اولاد یا اتباع میں سے جو شخص آنحضرت علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پا دے سلام کے پہنچانے میں نہایت حرص رکھے تا کہ محمدی لشکروں کا پچھلا لشکر میں ہی ہوں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔